فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۸۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): بظاہر سند حسن یا صحیح ہو اور ائمہ علل اس حدیث کو ضعیف یا منکر کہہ دیں، تو کیا ان کی بات مانی جائے گی؟

(جواب): اگر بظاہر کسی حدیث کی سند حسن یا صحیح معلوم ہو، مگر ائمہ علل میں سے کوئی اس حدیث پر جرح کرے، تو امام علل کی بات ہی مانی جائے گی، کیونکہ وہ حدیث کی مخفی علتوں سے واقف تھے۔

❀ امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ (۱۹۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنْكَارُنَا الْحَدِيثَ عِنْدَ الْجُهَّالِ كِهَانَةٌ .

''ہم کسی حدیث کو ''منکر'' قرار دیں، تو جاہل لوگ اسے کہانت سمجھتے ہیں۔''

(عِلَل الحديث لابن أبي حاتم: 389/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ نیز فرماتے ہیں:

مَعْرِفَةُ الْحَدِيثِ إِلْهَامٌ، قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ : وَصَدَقَ لَوْ قُلْتَ : مِنْ أَيْنَ لَمْ يَكُنْ لَهٗ جَوَّابٌ .

''حدیث کی پہچان کرنا الہام ہے۔ محمد بن عبداللہ بن نمیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: امام ابن مہدی رحمہ اللہ نے سچ فرمایا، اگر آپ پوچھیں کہ یہ پہچان (حدیث پر حکم لگانا) آپ کو کیسے ہوئی؟ تو کوئی جواب نہ ہوگا۔''

(عِلَل الحديث لابن أبي حاتم : 388/1، الجامع لأخلاق الرّاوي وآداب السّامع للخطيب : 1774، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ (۲۷۷ھ) فرماتے ہیں:

مَثَلُ مَعْرِفَةِ الْحَدِيثِ كَمَثَلِ فَصٍّ ثَمَنُهٗ مِئَةُ دِينَارٍ، وَآخَرَ مِثْلِهٖ عَلٰى لَوْنِهٖ ثَمَنُهٗ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ.

''حدیث کی (صحت وسقم کے حوالہ سے) معرفت کی مثال ایسے ہے، جیسے ایک نگینہ ہواوراس کی قیمت سو دینار (سونے کا سکہ) ہواوراس جیسا اسی رنگ کا دوسرا نگینہ ہواوراس کی قیمت دس درہم (چاندی کا سکہ) ہو۔''

(عِلَل الحديث :389/1)

❁ امام ابوجعفر احمد بن صالح مصری رحمہ اللہ (۲۴۸ھ) فرماتے ہیں:

مَعْرِفَةُ الْحَدِيثِ بِمَنْزِلَةِ مَعْرِفَةِ الذَّهَبِ وَالشَّبَهِ؛ فَإِنَّ الْجَوْهَرَ إِنَّمَا يَعْرِفُهٗ أَهْلُهٗ، وَلَيْسَ لِلْبَصِيرِ فِيهِ حُجَّةٌ إِذَا قِيلَ لَهٗ : كَيْفَ قُلْتَ : إِنَّ هٰذَا بَائِنٌ يَعْنِي الْجَيِّدَ أَوِ الرَّدِيءَ.

''حدیث کے (صحیح اور معلول ہونے کی) معرفت کھرے اور کھوٹے سونے کی معرفت کی طرح ہے، کیونکہ جوہری یا سنار سونے کو خوب پہچانتا ہے، اگر کوئی دیکھنے والا سنار سے پوچھے: آپ نے کیسے کہہ دیا کہ یہ کھرا ہے اور یہ کھوٹا ہے؟ تو وہ اسے کوئی دلیل نہیں پیش کر سکے گا۔''

(عِلَل الحديث لابن أبي حاتم :389/1-390، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ (۲۷۷ھ) فرماتے ہیں:

جَاءَ نِي رَجُلٌ مِنْ جِلَّةِ أَصْحَابِ الرَّأْيِ مِنْ أَهْلِ الْفَهْمِ مِنْهُمْ وَمَعَهُ دفْتَرٌ، فعرَضَهُ عَلَيَّ، فَقُلْتُ فِي بَعْضِهَا : هٰذَا حَدِيثٌ خَطَأٌ؛ قَدْ دَخَلَ لِصَاحِبِهِ حَدِيثٌ فِي حَدِيثٍ، وَقُلْتُ فِي بَعْضِهِ : هٰذَا حَدِيثٌ بَاطِلٌ، وَقُلْتُ فِي بَعْضِهِ : هٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ، وَقُلْتُ فِي بَعْضِهِ : هٰذَا حَدِيثٌ كَذِبٌ، وَسَائِرُ ذٰلِكَ أَحَادِيثُ صَحَاحٌ، فَقَالَ : مِنْ أَيْنَ عَلِمْتَ أَنَّ هٰذَا خَطَأٌ، وَأَنَّ هٰذَا بَاطِلٌ، وَأَنَّ هٰذَا كَذِبٌ؛ أَخْبَرَكَ رَاوِي هٰذَا الْكِتَابِ بِأَنِّي غَلِطْتُ، وَأَنِّي كَذَبْتُ فِي حَدِيثِ كَذَا؟! فَقُلْتُ : لاَ، مَا أَدْرِي هٰذَا الْجُزْءُ مِنْ رِوَايَةِ مَنْ هُوَ؟ غَيْرَ أَنِّي أَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا خَطَأٌ، وَأَنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ باطلٌ، وَأَنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ كَذِبٌ، فَقَالَ : تَدَّعِي الْغَيْبَ؟ قَالَ : قُلْتُ : مَا هٰذَا ادِّعاءُ الْغَيْبِ، قَالَ : فَمَا الدَّلِيلُ عَلٰى مَا تَقُولُ؟ قُلْتُ : سَلْ عَمَّا قُلْتُ مَنْ يُحْسِنُ مِثْلَ مَا أُحْسِنُ، فإنِ اتَّفَقْنَا عَلِمْتَ أَنَّا لَمْ نُجَازِفْ، وَلَمْ نَقُلْهُ إِلَّا بِفَهْمٍ، قَالَ : مَنْ هُوَ الَّذِي يُحْسِنُ مِثْلَ مَا تُحْسِنُ؟ قُلْتُ : أَبُو زُرْعَةَ، قَالَ : وَيَقُولُ أَبُو زُرْعَةَ مِثْلَ مَا قُلْتَ؟ قُلْتُ : نَعَمْ، قَالَ : هٰذَا عَجَبٌ! فَأَخَذَ فَكَتَبَ فِي كَاغَذٍ أَلْفَاظِي فِي تِلْكَ الْأَحَادِيثِ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَيَّ وَقَدْ كَتَبَ أَلْفَاظَ مَا تَكَلَّمَ بِهِ أَبُو

زُرْعَةَ فِي تِلْكَ الْأَحَادِيثِ، فَمَا قُلْتُ : إِنَّهُ بَاطِلٌ، قَالَ أَبُو زُرْعَةَ : هُوَ كَذِبٌ، قُلْتُ : اَلْكَذِبُ وَالْبَاطِلُ وَاحِدٌ، وَمَا قُلْتُ : إِنَّهُ كَذِبٌ، قَالَ أَبُو زُرْعَةَ : هُوَ بَاطِلٌ، وَمَا قُلْتُ : إِنَّهُ مُنْكَرٌ، قَالَ : هُوَ مُنْكَرٌ، كَمَا قُلْتُ، وَمَا قُلْتُ : إِنَّهُ صَحَاحٌ، قَالَ أَبُو زُرْعَةَ : هُوَ صَحَاحٌ .

فَقَالَ : مَا أَعْجَبَ هٰذَا؛ تَتَّفِقَانِ مِنْ غَيْرِ مُوَاطَأَةٍ فِيمَا بَيْنَكُمَا! فَقُلْتُ : فَقَدْ بَانَ لَكَ أَنَّا لَمْ نُجَازِفْ، وَإِنَّمَا قُلْنَاهُ بِعِلْمٍ وَمَعْرِفَةٍ قَدْ أُوتِينَا، وَالدَّلِيلُ عَلٰى صِحَّةِ مَا نَقُولُهُ، أَنَّ دِينَارًا نَبَهْرَجًا يُحْمَلُ إِلَى النَّاقِدِ، فَيَقُولُ : هٰذَا دِينَارٌ نَبَهْرَجٌ، وَيَقُولُ لِدِينَارٍ : هُوَ جَيِّدٌ، فَإِنْ قِيلَ لَهُ : مِنْ أَيْنَ قُلْتَ : إِنَّ هٰذَا نَبَهْرَجٌ، هَلْ كُنْتَ حَاضِرًا حِينَ بُهْرِجَ هٰذَا الدِّينَارُ؟ قَالَ : لَا، فَإِنْ قِيلَ لَهُ : فَأَخْبَرَكَ الرَّجُلُ الَّذِي بَهْرَجَهُ : إِنِّي بَهْرَجْتُ هٰذَا الدِّينَارَ؟ قَالَ : لَا، قِيلَ : فَمِنْ أَيْنَ قُلْتَ : إِنَّ هٰذَا نَبَهْرَجٌ؟ قَالَ : عِلْمًا رُزِقْتُ، وَكَذٰلِكَ نَحْنُ رُزِقْنَا مَعْرِفَةَ ذٰلِكَ .

قُلْتُ لَهُ : فَتَحْمِلُ فَصَّ يَاقُوتٍ إِلٰى وَاحِدٍ مِنَ الْبُصَرَاءِ مِنَ الْجَوهَرِيِّينَ، فَيَقُولُ : هٰذَا زُجَاجٌ، وَيَقُولُ لِمِثْلِهِ : هٰذَا يَاقُوتٌ، فَإِنْ قِيلَ لَهُ : مِنْ أَيْنَ عَلِمْتَ أَنَّ هٰذَا زُجَاجٌ، وَأَنَّ هٰذَا يَاقُوتٌ؟

هَلْ حَضَرْتَ الْمَوْضِعَ الَّذِي صُنِعَ فِيهِ هٰذَا الزُّجَاجُ؟ قَالَ : لَا، قِيلَ لَهٗ : فَهَلْ أَعْلَمَكَ الَّذِي صَاغَهٗ بِأَنَّهٗ صَاغَ هٰذَا زُجَاجًا؟ قَالَ : لَا، قَالَ : فَمِنْ أَيْنَ عَلِمْتَ؟ قَالَ : هٰذَا عِلْمٌ رُزِقْتُ، وَكَذٰلِكَ نَحْنُ رُزِقْنَا عِلْمًا لَا يَتَهَيَّأُ لَنَا أَنْ نُخْبِرَكَ كَيْفَ عَلِمْنَا بِأَنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ كَذِبٌ، وَهٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ، إِلَّا بِمَا نَعْرِفُهٗ .

''اہل رائے کے کبار علما میں سے ایک شخص آیا، جوان میں فہم وفراست والا تھا، اس کے پاس ایک رجسٹر تھا (جس میں احادیث درج تھیں)، اس نے وہ رجسٹر مجھے پیش کیا، میں نے کسی حدیث کے متعلق کہا: یہ حدیث خطا ہے، کسی راوی سے ایک حدیث کے الفاظ دوسری حدیث میں داخل ہو گئے ہیں۔ میں نے ایک حدیث کے متعلق کہا: یہ حدیث باطل ہے۔ ایک حدیث کے متعلق کہا: یہ حدیث منکر ہے اور ایک حدیث کے بارے میں کہا کہ یہ حدیث جھوٹی ہے اور باقی ساری احادیث صحیح ہیں۔ اس شخص نے کہا: آپ کو کیسے علم ہوا کہ یہ حدیث خطا ہے، یہ حدیث باطل ہے اور یہ جھوٹی ہے۔ کیا آپ کو اس کتاب کے راوی نے بتایا ہے کہ میں نے فلاں حدیث میں غلطی کی اور میں نے فلاں حدیث میں جھوٹ بولا؟ میں (ابو حاتم ﷫) نے کہا: نہیں، مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ کس کا روایت کردہ کتابچہ ہے؟ البتہ میں یہ ضرور جانتا ہوں کہ یہ حدیث خطا ہے، یہ باطل ہے اور یہ جھوٹی ہے۔ وہ شخص کہنے لگا: کیا آپ علم غیب کا دعویٰ کرتے ہیں؟ میں نے کہا: یہ غیب کا دعویٰ نہیں ہے۔ اس نے کہا: تو پھر آپ نے جو کہا ہے، اس پر کیا دلیل ہے؟ میں نے کہا: جو کچھ میں نے احادیث کے

متعلق کہا ہے، اس بارے میں میری طرح کے کسی ماہر فن سے پوچھ لیں، اگر ہمارا حکم ایک جیسا ہوا، تو جان لینا کہ ہم اٹکل پچو نہیں لگاتے۔ کہنے لگا: آپ جیسا ماہر علل کون ہے؟ میں نے کہا: ابو زرعہ رحمہ اللہ۔ کہنے لگا: کیا ابو زرعہ رحمہ اللہ بھی وہی بات کریں گے، جو آپ کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ کہنے لگا: یہ تعجب خیز ہے! پھر وہ ایک کاغذ پر میرے وہ الفاظ لکھنے لگا، جو میں نے ان احادیث کے متعلق کہے تھے (اور چلا گیا۔) پھر میرے پاس واپس آیا اور اس نے ان احادیث کے بارے میں ابو زرعہ رحمہ اللہ کا حکم لکھا ہوا تھا۔ پس جس حدیث کے متعلق میں نے ''باطل'' کا لفظ بولا، اس کے متعلق ابو زرعہ رحمہ اللہ نے ''کذب'' کا لفظ بولا۔ میں نے کہا: کذب اور باطل ایک ہی چیز ہے۔ جس حدیث کے متعلق میں نے ''کذب'' کا لفظ بولا، اس کے متعلق ابو زرعہ نے ''باطل'' کہا، جس حدیث کو میں نے ''منکر'' کہا، ابو زرعہ رحمہ اللہ نے بھی اسے ''منکر'' کہا اور جن احادیث کو میں نے ''صحیح'' کہا، ابو زرعہ رحمہ اللہ نے بھی انہیں ''صحیح'' کہا۔ تو وہ شخص کہنے لگا: یہ بڑی عجیب بات ہے! آپ دونوں کی بات ایک کیسے ہو گئی، یہ محض اتفاق نہیں ہے۔ میں (ابو حاتم رحمہ اللہ) نے کہا: اب آپ پر واضح ہو گیا ہو گا کہ ہم نے اٹکل پچو نہیں لگایا، بلکہ ہم نے یہ حکم علم اور معرفت کی بنا پر لگایا ہے، جو ہمیں ودیعت کی گئی ہے۔ ہماری سچائی پر دلیل یہ ہے کہ (مثال کے طور پر) ایک کھوٹا دینار نقاد (کرنسی کی جانچ پڑتال کرنے والا) کے پاس لایا جائے اور وہ کہے: یہ دینار نقلی ہے اور یہ دینار اصلی ہے۔ اگر اس سے پوچھا جائے کہ آپ نے یہ کیسے کہہ دیا کہ یہ دینار نقلی ہے، کیا آپ اس

دینار کے نقلی بنانے جانے کے وقت وہاں حاضر تھے؟ تو وہ کہے گا: نہیں۔ پھر اس سے پوچھا جائے کہ کیا آپ کو اس شخص نے بتایا ہے، جس نے اس نقلی دینار کو بنایا ہے، وہ کہے گا: نہیں۔ پھر اس سے پوچھا جائے کہ آپ نے کیسے کہہ دیا کہ یہ نقلی دینار ہے، تو وہ کہے گا: اس مہارت کی بنا پر جو مجھے حاصل ہے۔ بس اسی طرح ہمیں بھی حدیث (کے صحت وسقم) کی پہچان دی گئی ہے۔

میں نے اس شخص سے مزید کہا: اگر آپ یاقوت کا نگینہ کسی ماہر جوہری کے پاس لے جائیں اور وہ کہے: یہ زجاج ہے اور اسی طرح کے ایک نگینے کے بارے میں کہے کہ یہ یاقوت ہے۔ اگر اس سے پوچھا جائے کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ زجاج ہے اور وہ یاقوت ہے؟ کیا آپ اس جگہ موجود تھے، جہاں اس نگینے میں زجاج ڈالا گیا، وہ کہے گا: نہیں۔ اس سے پوچھا جائے کہ کیا آپ کو جوہری نے بتایا ہے کہ میں نے اس میں زجاج جڑا ہے؟ وہ کہے گا: نہیں، تو اس سے پوچھا جائے: تو پھر آپ کو کیسے پتہ چلا؟ وہ کہے گا: یہ ایک مہارت ہے، جو مجھے دی گئی ہے۔ بالکل اسی طرح ہمیں بھی (علل حدیث کا) علم دیا گیا ہے، ہم بھی آپ کو نہیں بتا سکتے ہیں کہ ہم نے کیسے جان لیا کہ یہ حدیث جھوٹی ہے اور یہ حدیث ''منکر'' ہے، البتہ ہم انہیں جانتے ہیں۔''

(تقدمة الجرح والتعديل :349/1)

❀ امام حاکم رحمہ اللہ (۴۰۵ھ) فرماتے ہیں:

مَعْرِفَةُ عِلَلِ الْحَدِيثِ، وَهُوَ عِلْمٌ بِرَأْسِهِ غَيْرَ الصَّحِيحِ، وَالسَّقِيمِ، وَالْجَرْحِ وَالتَّعْدِيلِ ...... إِنَّمَا يُعَلَّلُ الْحَدِيثُ مِنْ أَوْجُهٍ لَيْسَ

لِلْجَرْحِ فِيهَا مَدْخَلٌ، فَإِنَّ حَدِيثَ الْمَجْرُوحِ سَاقِطٌ وَاهٍ، وَعِلَّةُ الْحَدِيثِ، يَكْثُرُ فِي أَحَادِيثِ الثِّقَاتِ أَنْ يُحَدِّثُوا بِحَدِيثٍ لَهُ عِلَّةٌ، فَيَخْفٰى عَلَيْهِمْ عِلْمُهُ، فَيَصِيرُ الْحَدِيثُ مَعْلُولًا، وَالْحُجَّةُ فِيهِ عِنْدَنَا الْحِفْظُ، وَالْفَهْمُ، وَالْمَعْرِفَةُ لَا غَيْرَ.

''علل حدیث کی معرفت ایک مستقل علم ہے، یہ صحت وضعف اور جرح وتعدیل سے الگ فن ہے۔......حدیث کو بعض ایسی وجوہات سے بھی معلول قرار دیا جاتا ہے، جس میں راوی کے مجروح ہونے کا کوئی عمل دخل نہیں، کیونکہ مجروح راوی کی حدیث ساقط اور ضعیف ہوتی ہے اور حدیث کی (مخفی) علت اکثر ثقات راویوں کی احادیث میں ہوتی ہے کہ انہوں نے معلول حدیث کو بیان کیا ہوتا ہے، ان پر اس کی علت مخفی رہ جاتی ہے، وہ حدیث معلول قرار پاتی ہے۔ اس باب میں ہماری دلیل (ائمہ علل کا) حفظ، فہم اور معرفت ہے اور کچھ نہیں۔''

(معرفة علوم الحديث، ص 112)

❀ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) ایک حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ مِمَّا اتَّفَقَ أَئِمَّةُ الْحَدِيثِ مِنَ السَّلَفِ عَلٰى إِنْكَارِهِ ...... وَأَمَّا الْفُقَهَاءُ الْمُتَأَخِّرُونَ، فَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ نَظَرَ إِلٰى ثِقَةِ رِجَالِهٖ، فَظَنَّ صِحَّتَهُ، وَهٰؤُلَاءِ يَظُنُّونَ أَنَّ كُلَّ حَدِيثٍ رَوَاهُ ثِقَةٌ فَهُوَ صَحِيحٌ، وَلَا يَتَفَطَّنُونَ لِدَقَائِقِ عِلْمِ عِلَلِ الْحَدِيثِ.

''اس حدیث کے منکر ہونے پر پہلے محدثین کرام کا اتفاق ہے۔......البتہ

متاخرین فقہا میں سے اکثر نے اس حدیث کے راویوں کی توثیق کو دیکھا، تو روایت کو صحیح خیال کر لیا، ان فقہا نے سمجھا کہ جس حدیث کو ثقہ راوی روایت کرے، وہ صحیح ہوتی ہے، وہ علل حدیث کی باریکیوں سے واقف نہیں۔''

(فتح الباري لابن رجب :363/1)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ أَبُو حَاتِمٍ فِي الْعِلَلِ : هٰذَا حَدِيثٌ بَاطِلٌ، قُلْتُ : إِسْنَادُهٗ ظَاهِرُهُ الصِّحَّةُ ...... لٰكِنْ أَبُو حَاتِمٍ إِمَامٌ لَمْ يَحْكُمْ عَلَيْهِ بِالْبُطْلَانِ إِلَّا بَعْدَ أَنْ تَبَيَّنَ لَهٗ .

''امام ابو حاتم رحمہ اللہ نے علل میں اس حدیث کو باطل کہا ہے۔ میں (ابن حجر) کہتا ہوں کہ بظاہر اس کی سند صحیح ہے۔ ......لیکن امام ابو حاتم رحمہ اللہ (علل حدیث کا) امام ہے، آپ رحمہ اللہ نے اس حدیث پر باطل ہونے کا حکم (اس کی مخفی علت پر) مطلع ہونے کے بعد ہی لگایا ہے۔''

(التّلخيص الحبير :304/2)

سوال: جامع ترمذی حدیث (۱۴) کے تحت امام اعمش رحمہ اللہ کا قول ہے:

كَانَ أَبِي حَمِيلًا فَوَرَّثَهٗ مَسْرُوقٌ .

''میرا والد ''حمیل'' تھا، مسروق بن اجدع نے اسے وارث قرار دیا۔''

اس عبارت کا کیا مفہوم ہے؟

جواب: حمیل سے مراد وہ بچہ ہے، جو ماں کے پیٹ میں ہو اور اس کی ماں کو دار الحرب میں گرفتار کر لیا جائے۔ پیدائش کے بعد کیا یہ بچہ اپنی ماں کا وارث بنے گا یا نہیں؟

اس میں اختلاف ہے۔

بعض کے نزدیک یہ بچہ محض ماں کے دعویٰ سے وارث نہیں بنے گا، بلکہ دلیل مزید کی بھی ضرورت ہوگی۔

درست بات یہ ہے کہ یہ بچہ اپنی ماں کا وارث بنے گا۔اس پر مزید دلیل کی ضرورت نہ ہوگی، محض ماں کے دعویٰ سے وارث قرار پائے گا۔ ماں اور بیٹے کا ایک ساتھ گرفتار ہونا بھی دلیل ہے کہ وہ اس کا بیٹا ہے۔

سلیمان بن مہران اعمش رحمہ اللہ کے والد مہران بھی حمیل تھے، جب ان کا بھائی یعنی ماں کا وہ بیٹا جو دارالاسلام میں پیدا ہوا تھا، وہ فوت ہوا، تو امام مسروق بن اجدع رحمہ اللہ نے فیصلہ کیا کہ مہران بھی اپنے بھائی کا وارث بنے گا۔

❀ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَرِّثِ الْحَمِيلَ .

”حمیل کو وارث بنائیں۔“

(سنن الدّارمي : 3138، وسندهٗ صحيحٌ)

البتہ حمیل کو وراثت اس وقت ملے گی، جب وہ آزاد ہوگا۔ اگر وہ غلام ہو، تو محروم ہوگا، کیونکہ غلامی وراثت میں مانع ہے، لہٰذا اس صورت میں حمیل اور مورث کا آزاد ہونا ضروری ہے۔

سوال: کیا ذمی کافر سے زکوٰۃ لی جائے گی؟

جواب: زکوٰۃ صرف مسلمانوں پر ہے، کافر ذمی یا غیر ذمی پر زکوٰۃ نہیں۔ زکوٰۃ واجب ہی تب ہوتی ہے، جب اسلام کا اقرار کیا جائے، تو جب ذمی اسلام کا اقرار ہی نہیں کرتا، تو اس سے زکوٰۃ وصول کرنا کیونکر جائز ہوگا؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَتَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى أَهْلِ الْيَمَنِ إِلَى الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ وَمَنْ مَعَهُ مِنْ مَعَافِرَ وَهَمْدَانَ : عَلَى الْمُؤْمِنِينَ فِي صَدَقَةِ الثِّمَارِ أَوْ قَالَ : الْعَقَارِ عُشْرُ مَا تَسْقِي الْعَيْنُ وَمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَعَلٰى مَا يُسْقٰى بِالْغَرْبِ نِصْفُ الْعُشْرِ .

''نبی کریم ﷺ نے اہل یمن میں حارث بن عبد کلال اور ان کے ساتھ معافر اور ہمدان کی طرف خط لکھا: مومنوں پر پھلوں میں (یا فرمایا:) بارانی زمین میں عشر ہے اور غیر بارانی زمین میں نصف عشر (بیسواں حصہ) ہے۔''

(السّنن الکبریٰ للبیهقي : 7487، وسندهٗ صحیحٌ)

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي قَوْلِهٖ : «عَلَى الْمُؤْمِنِينَ» كَالدَّلَالَةِ عَلٰى أَنَّهَا لَا تُؤْخَذُ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

''فرمان نبوی: ''مومنوں پر......'' میں دلیل ہے کہ اہل ذمہ سے زکوٰۃ وصول نہیں کی جائے گی، واللہ اعلم!''

(السّنن الکبریٰ، تحت الحدیث : 7487)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ روایت ہے:

فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ الْعُشْرُ، وَفِيمَا سُقِيَ بِنَضْحٍ، أَوْ غَربٍ؛

نِصْفُ الْعُشْرِ ، فِي قَلِيلِهِ وَكَثِيرِهِ .

''جو زمین بارش سے سیراب ہوتی ہو،اس کی پیداوار میں دسواں حصہ زکوٰۃ ہو گی اور جسے جانوروں یا کنویں سے سیراب کیا جاتا ہو،اس کی پیداوار تھوڑی ہو یا زیادہ،اس میں بیسواں حصہ زکوٰۃ ہو گی۔''

(التّحقيق لابن الجوزي : 962، نصب الرّاية للزّيلعي : 385/2)

(جواب): جھوٹی روایت ہے۔

① ابو مطیع بلخی سخت ضعیف ہے۔

② اس کا استاذ بھی باتفاقِ محدثین ''ضعیف'' ہے۔

③ ابان بن ابی عیاش کے ''ضعیف ومتروک'' ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔

❁ امام شعبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَأَنْ أَزْنِيَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُحَدِّثَ عَنْ أَبَانَ بْنِ أَبِي عَيَّاشٍ .

''ابان بن ابو عیاش سے حدیث لینے کی نسبت زنا کرنا مجھے بہتر لگتا ہے۔''

(كتاب المَجروحين لابن حبّان :97/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ضَعِيفٌ جِدًّا .

''سخت ضعیف ہے۔''

(نصب الرّاية : 385/2)

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ لَّا يُسَاوِي شَيْئًا .

''یہ سند کسی کام کی نہیں۔''

(التّحقيق : 962)

❁ علامہ محمد یوسف بنوری دیوبندی صاحب (1397ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّهٗ تَابَعَهٗ عَنْ أَنَسٍ عِنْدَ الْبَزَّارِ .

''قتادہ نے مسند بزار میں انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرنے میں اس کی متابعت کی ہے۔''

(مَعارف السّنن : 203/5)

لیکن حقیقت میں کوئی متابعت موجود نہیں۔

④ ''رجل'' کا واسطہ ہے اور یہ ''مبہم ومجہول'' ہے۔

(سوال): کھانے پینے کی شے میں مکھی یا مچھر وغیرہ گر جائے، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): کھانے پینے کی شے میں مکھی وغیرہ گر جائے، تو اسے ڈبو کر باہر نکال دینا چاہیے، کیونکہ اس کے ایک پَر میں بیماری ہے اور دوسرے میں شفا۔ مکھی گرتے وقت بیماری والا پَر نیچے لگاتی ہے، جب اسے ڈبو دیا جائے، تو شفا والے پَر سے بیماری ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد اس کھانے یا پینے کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي شَرَابِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ ثُمَّ لِيَنْزِعْهُ، فَإِنَّ فِي إِحْدٰى جَنَاحَيْهِ دَاءً وَالْأُخْرٰى شِفَاءً .

''جب کسی کے پانی میں مکھی گر جائے، تو اسے ڈبوئے، پھر نکال دے، کیونکہ اس کے ایک پَر میں بیماری اور دوسرے میں شفا ہوتی ہے۔''

(صحيح البخاري : 3320)

❁ ثمامہ بن عبداللہ بن انس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا عِنْدَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَوَقَعَ ذُبَابٌ فِي إِنَاءٍ فَقَالَ أَنَسٌ بِإِصْبَعِهِ فَغَمَسَهُ فِي الْمَاءِ ثَلاثًا وَقَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ، وَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ أَمَرَهُمْ أَنْ يَفْعَلُوا ذٰلِكَ، وَقَالَ: أَحَدُ جَنَاحَيْهِ دَاءٌ وَفِي الْآخَرِ شِفَاءٌ.

''ہم سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس تھے کہ مکھی ان کے برتن میں گر گئی، سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے اپنی انگلی سے اسے پانی میں تین دفعہ ڈبویا اور کہا: بسم اللہ! اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا تھا کہ ایسا ہی کریں، اس کے ایک پَر میں بیماری اور دوسرے میں شفا ہوتی ہے۔''

(المُختارة للضّياء: 206/5، ح: 1835، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سعید بن خالد قارظی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

أَتَيْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَزُورُهُ بِقُبَاءَ، فَقَدَّمَ إِلَيْنَا زُبْدًا وَّكُتْلَةً، فَسَقَطَ فِي الزُّبْدِ ذُبَابٌ، فَجَعَلَ أَبُو سَلَمَةَ يَمْقُلُهُ بِخِنْصَرِهِ، فَقُلْتُ: غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ يَا خَالُ، مَا تَصْنَعُ؟، فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا سَقَطَ الذُّبَابُ فِي الطَّعَامِ فَامْقُلُوهُ؛ فَإِنَّ فِي أَحَدِ جَنَاحَيْهِ سُمًّا، وَفِي الْآخَرِ شِفَاءً، وَإِنَّهُ يُقَدِّمُ السُّمَّ، وَيُؤَخِّرُ الشِّفَاءَ.

''میں سیدنا ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ کی زیارت کیلئے قبا میں حاضر ہوا، انہوں

نے ہمیں مکھن اور (گوشت کا ایک بڑا) ٹکڑا پیش کیا، مکھن میں مکھی گر گئی، ابوسلمہ رحمہ اللہ اس کو اپنے ہاتھ سے ڈبونے لگے، میں نے کہا: اللہ آپ کو معاف کرے، ماموں جان! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ کہا: میں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مکھی کھانے میں گر جائے، تو اسے ڈبوئیں، کیونکہ اس کے ایک پَر میں زہر (بیماری) اور دوسرے میں شفا ہے، مکھی زہر والا پَر پہلے نیچے لے جاتی ہے اور شفا والا اوپر رکھتی ہے۔''

(مسند أحمد : 24/3، 67، شرح مشکل الآثار للطّحاوي : 3289، وسندهٗ حسنٌ)

❀ حافظ خطابی رحمہ اللہ (388) لکھتے ہیں:

''اس روایت کا انکار وہ لوگ کرتے ہیں، جو ہر چیز کو مشاہدے اور حس سے پرکھنے کا رجحان رکھتے ہیں، وہ اسی چیز کو مانتے ہیں، جو ان کے ہاں تجربے سے صحیح قرار پائی ہو، یا عرف میں صحیح ہو۔ اور وہ لوگ جن کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت کے نور سے کھول کر اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ثبوت بھر دیا ہے، وہ لوگ کچھ ایسا مزاج رکھتے ہیں کہ جب روایت ثابت ہو جائے، پھر اس کا انکار نہیں کرتے۔

یہ قاعدہ سرے سے غلط ہے کہ صحیح صرف وہ ہوتا ہے، جس کی نظیر موجود ہو، محض چیز کی دلیل کی موجودگی سے چیز صحیح ہو جاتی ہے۔ کسی چیز پر عقلی دلالت قائم ہو جائے اور اس بارے میں صحیح روایت مل جائے، تو ان دونوں سے اس چیز کو تسلیم کرنا واجب ہو جاتا ہے اور فسادیوں کی دلیل کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ شہد کی مکھی سے کیوں تعجب نہیں کرتے؟ اللہ نے اس کے پر میں زہر اور شفا جمع کر

دیئے ہیں، اوپر والے پَر سے شہد بناتی ہے اور نیچے والے سے کاٹ کر سوجا دیتی ہے، انسان کا دشمن سانپ ہے، اس کے زہر سے انسان مرجاتا ہے، لیکن اس کا گوشت اس کے زہر کا تریاق اکبر ہے، یہ چیز کئی چیزوں میں ہے اور اطبا کے ہاں معروف ہے، حتی کہ عوام کے ہاں بھی معروف ہے، بلکہ مکھی کو اثمد سرمے میں ڈال کر اس سے آنکھیں تیز کرنے کی دوا بنائی جاتی ہے، اس سے نظر تیز ہوتی ہے، اسی طرح جس کو کتا کاٹ لے اس کے منہ پر مکھیاں ملی جاتی ہیں، اس سکتے کا زہر بہت جلد مرجاتا ہے۔ یہ تو ہوئے اطبا کے اقوال جن کے مطابق ایک ہی چیز میں ایک ہی وقت زہر اور شفا ہوتی ہے، لیکن ان اقوال کی ہمیں کوئی حاجت نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ صادق مصدوق ہیں، آپ کے پاس اللہ کی وحی آتی ہے۔ یہ اقوال تو ہم ان کے لئے پیش کر رہے ہیں، جو اپنے استاد بقراط کے اقوال کی بنا پر ہر چیز میں تجربہ کی بات کرتے ہیں۔''

(إعلام الحديث : 2141/3)

❁ نیز لکھتے ہیں:

''یہ سوال جاہل یا جان بوجھ کر جاہل بننے والا کرسکتا ہے، جو اپنے نفس میں اور حیوانوں کے انفاس کو دیکھتا ہے، وہ جانتا ہے کہ اللہ نے ایک ہی چیز میں ایک ہی وقت میں خشکی تری، گرمی سردی کے مزاج جمع کر دیئے ہیں، حالانکہ یہ متضاد اشیا ہیں، جب ملتی ہیں، فساد میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ ان چیزوں کو جمع کر دیتا ہے۔ اس کو حیوان کی قوت بنا دیتا ہے، کہ اس کی وجہ ہی سے اس حیوان کی بقا ہوتی ہے، اور ضروری ہو جاتا ہے کہ اس میں ایک ہی

وقت میں بیماری اور شفا جمع ہو جاتی ہے۔ اللہ مکھی کو الہام کرتا ہے کہ حیران کن گھر بنائے اور اس میں شہد تیار کرے، وہ چیونٹی کو الہام کرتا ہے اپنا کھانا جمع کر کے رکھ لے، تا کہ بعد میں کھا لے، مکھی بھی اسی رب نے بنائی ہے، اس کو بھی ایک راہ دکھا سکتا ہے کہ ایک پر کو اندر لے جائے دوسرے کو اوپر رکھ لے، جب اس کے ابتلا کا ارادہ کرے، یہ تعبد کے مدارج ہیں اور جن کو مکلّف بنایا گیا ہے، ان کا امتحان ہیں، ہر چیز میں عبرت ہے اور حکمت ہے، اس کو صرف وہی لوگ یاد کرتے ہیں، جو اولوا الالباب ہیں۔''

(مَعالم السّنن : 239/4)

۞ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) لکھتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ فِيهِ أَمْرَانِ ؛ أَمْرٌ فِقْهِيٌّ، وَأَمْرٌ طِبِّيٌّ، فَأَمَّا الْفِقْهِيُّ فَهُوَ دَلِيلٌ ظَاهِرُ الدَّلَالَةِ جِدًّا عَلٰى أَنَّ الذُّبَابَ إِذَا مَاتَ فِي مَاءٍ أَوْ مَائِعٍ فَإِنَّهٗ لَا يُنَجِّسُهٗ، وَهٰذَا قَوْلُ جُمْهُورِ الْعُلَمَاءِ، وَلَا يُعْرَفُ فِي السَّلَفِ مُخَالِفٌ فِي ذٰلِكَ، وَوَجْهُ الْاسْتِدْلَالِ بِهٖ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِمَقْلِهٖ، وَهُوَ غَمْسُهٗ فِي الطَّعَامِ، وَمَعْلُومٌ أَنَّهٗ يَمُوتُ مِنْ ذٰلِكَ، وَلَا سِيَّمَا إِذَا كَانَ الطَّعَامُ حَارًّا، فَلَوْ كَانَ يُنَجِّسُهٗ لَكَانَ أَمْرًا بِإِفْسَادِ الطَّعَامِ، وَهُوَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا أَمَرَ بِإِصْلَاحِهٖ ....

وَأَمَّا الْمَعْنَى الطِّبِّيُّ، فَقَالَ أَبُو عُبَيْدٍ : مَعْنَى امْقُلُوهُ : اغْمِسُوهُ

لِيَخْرُجَ الشِّفَاءُ مِنْهُ، كَمَا خَرَجَ الدَّاءُ، يُقَالُ لِلرَّجُلَيْنِ : هُمَا يَتَمَاقَلَانِ، إِذَا تَغَاطَّا فِي الْمَاءِ .

وَاعْلَمْ أَنَّ فِي الذُّبَابِ عِنْدَهُمْ قُوَّةً سُمِّيَّةً يَدُلُّ عَلَيْهَا الْوَرَمُ، وَالْحِكَّةُ الْعَارِضَةُ عَنْ لَسْعِهِ، وَهِيَ بِمَنْزِلَةِ السِّلَاحِ، فَإِذَا سَقَطَ فِيمَا يُؤْذِيهِ، اتَّقَاهُ بِسِلَاحِهِ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقَابِلَ تِلْكَ السُّمِّيَّةَ بِمَا أَوْدَعَهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ فِي جَنَاحِهِ الْآخَرِ مِنَ الشِّفَاءِ، فَيُغْمَسُ كُلُّهٗ فِي الْمَاءِ وَالطَّعَامِ، فَيُقَابِلُ الْمَادَّةَ السُّمِّيَّةَ الْمَادَّةُ النَّافِعَةُ، فَيَزُولُ ضَرَرُهَا، وَهٰذَا طِبٌّ لَا يَهْتَدِي إِلَيْهِ كِبَارُ الْأَطِبَّاءِ وَأَئِمَّتُهُمْ، بَلْ هُوَ خَارِجٌ مِنْ مِشْكَاةِ النُّبُوَّةِ، وَمَعَ هٰذَا فَالطَّبِيبُ الْعَالِمُ الْعَارِفُ الْمُوَفَّقُ يَخْضَعُ لِهٰذَا الْعِلَاجِ، وَيُقِرُّ لِمَنْ جَاءَ بِهِ بِأَنَّهٗ أَكْمَلُ الْخَلْقِ عَلَى الْإِطْلَاقِ، وَأَنَّهٗ مُؤَيَّدٌ بِوَحْيٍ إِلَهِيٍّ خَارِجٍ عَنِ الْقُوَى الْبَشَرِيَّةِ .

''اس حدیث میں دوطرح کے امور سے بحث ہے؛ ایک فقہی اور ایک طبی، فقہی مسئلہ تو یہ ثابت ہوا کہ جب پانی یا کسی مائع چیز میں مکھی گر جائے، تو وہ نجس نہیں ہوگا۔ یہ جمہور علما کا قول ہے۔ سلف میں سے کوئی شخص اس کا مخالف نظر نہیں آتا۔ یہ استدلال اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے ڈبونے کا حکم دیا ہے اور ڈبونے سے وہ پوری پانی میں داخل ہو جائے اور مر جائے گی اور اگر سالن گرم ہوا، تو بالاولی مر جائے گی، اگر اس کے مرنے سے سالن یا پانی نجس

ہوتا، تو آپ ﷺ اس کھانے کو ضائع کرنے کا حکم دیتے، لیکن آپ ﷺ نے صرف (مکھی ڈبو کر) کھانے کی اصلاح کا حکم فرمایا۔

طبی لحاظ سے ابو عبید رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کو ڈبو دو، تا کہ اس سے شفا نکل آئے۔ جس طرح اس سے بیماری نکلی تھی۔

یاد رکھیں کہ مکھی میں زہریلی طاقت ہوتی ہے، جس کی وجہ سے بسا اوقات سوج بھی پڑ جاتی ہے۔ اس کے لڑنے سے عارضی طور پر کھجلی بھی ہو جاتی ہے۔ تو یہ اس کا ہتھیار ہے۔ جب کسی ایسی جگہ میں گرتی ہے، جہاں اسے تکلیف ہو، تو وہاں اپنے ہتھیار سے بچاؤ کرتی ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ اس زہر کا مقابلہ اس کے دوسرے شفا والے پَر کو ڈبو کر کیا جائے۔ جب وہ پوری مکھی پانی میں ڈوب جائے گی، تو اس کا زہریلا مادہ اس کے شفا والے مادے سے ختم ہو جائے گا۔ یوں اس کا ضرر ختم ہو جائے گا۔ یہ وہ طب ہے، جس کو بڑے بڑے اطبا بھی نہیں جان سکے، یہ نبوت کے چراغ سے ملی ہے۔ البتہ ایک ماہر عالم طبیب، جس کو اللہ توفیق دے، وہ اس علاج کے سامنے سر جھکا دے گا اور آپ کی لائی ہوئی وحی کا اقرار کرے گا، کیونکہ آپ ﷺ کامل ترین مخلوق ہیں۔ وہ وحی الٰہی کی تائید کرے گا، جو قوی بشریہ سے خارج ہوتی ہے۔''

(زاد المَعاد في هَدي خير العِباد : 4/112)

سوال: سفر میں روزہ رکھنا کیسا ہے؟

جواب: اگر سفر میں روزہ رکھنے سے دشواری محسوس نہ ہو، تو روزہ رکھا جا سکتا ہے، البتہ اگر مشکل پیش آئے، تو سفر میں روزہ ترک کرنا اولیٰ ہے۔

❁ سیدنا حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا:

يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَجِدُ بِي قُوَّةً عَلَى الصِّيَامِ فِي السَّفَرِ، فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هِيَ رُخْصَةٌ مِّنَ اللّٰهِ، فَمَنْ أَخَذَ بِهَا، فَحَسَنٌ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَصُومَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ.

''اللہ کے رسول! میں سفر میں روزہ رکھنے کی (جسمانی) استطاعت رکھتا ہوں، کیا مجھ پر گناہ ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سفر میں (فرض) روزہ چھوڑنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے رخصت ہے، لہٰذا جس نے اس رخصت کو اختیار کیا، اس نے بہت اچھا کیا اور جس نے روزہ رکھنا چاہا، تو کوئی حرج نہیں۔''

(صحیح مسلم: 1121)

البتہ اگر سفر میں روزہ رکھنا بہت مشکل ہو، تو رخصت کو چھوڑ کر روزہ رکھنا درست نہیں۔

❁ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَرَأَى زِحَامًا وَرَجُلًا قَدْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَا هٰذَا؟، فَقَالُوا: صَائِمٌ، فَقَالَ: لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر پر تھے، اسی اثنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کا ہجوم دیکھا، ایک شخص پر سایہ کیا گیا تھا، تو پوچھا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: اس نے روزہ رکھا ہوا ہے، فرمایا: سفر میں (مشقت کے ساتھ) روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے۔''

(صحيح البخاري: 1946، صحيح مسلم: 1115)